شفیق الرحمن اپنے فن کے آئینے میں

کلیدی الفاظ: شفیق الرحمٰن، فن کے، آئینے میں

ڈاکٹر قمر الحسن
ایسوسی ایٹ پروفیسر
ستیہ وتی کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی

ملخّص:

شفیق الرحمن کی تحریریں قنوطیت و یاسیت سے عاری نظر آتی ہیں۔شفیق الرحمن ادب کو خانوں میں قید کرنے کے قائل نہیں تھے۔ انھوں نے ترقی پسند تحریک کے زیر اثر افسانے لکھے۔مگر انھوں نے ترقی پسند اصولوں پر باضابطہ عمل نہیں کیا۔ان کا کمال یہ ہے کہ وہ الفاظ کے الٹ پھیر سے مزاح پیدا کرنے اور لطائف کی بھرمار میں فن کو مجروح نہیں ہونے دیتے ہیں، جس سے ایک صحت مند ادب پروان چڑھتا ہے۔نھوں نے مزید پیروڈی نگاری میں بھی طبع آزمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشہور و معروف پیروڈیاں تخلیق کیں ہیں۔ان کا 'تزک نادری عرف سیاحت نامہ ہند' اہمیت کا حامل ہے اور بہت مقبول بھی ہے۔وہ ایک بہترین ترجمہ نگار بھی تھے۔انہوں نے سب سے پہلے 'الحمرا' کی کہانیوں کا

ترجمہ کیا تھا۔''انسانی تماشا''ان کے فن ترجمہ نگاری کی بہترین مثال ہے۔انھوں نے اپنی تحریروں میں حزن والم کی خوبصورت تصویریں پیش کی ہیں۔ان کے افسانوں میں فرحت وانبساط کے ساتھ غم والم بھی موجود ہے۔''فاسٹ بالر''،''منزل''،''کرنیں''،''ثروت''،''وسعت''،''نسرین''، ''دو ستارے''، ''دوراہا''، ''شکست''، ''مدوجزر''،''دعا''،''وہ رات''اور بڑی آپا''بہت اہم ہیں۔ شفیق الرحمن کو اچھے افسانہ نگاروں کی صف میں شامل کرنے میں صرف مزاح اور رومانیت کا ہی عمل دخل ہے۔ وہ اردو طنزومزاح میں خالص ظرافت کے امام ہیں،کرنیں،لہریں، پچھتاوے،مدوجزر، شگوفے، حماقتیں، مزید حماقتیں وغیرہ ان کے رومانی اور مزاحیہ مضامین و افسانوں کے مجموعے ہیں۔

کرنل ڈاکٹرشفیق الرحمن جدیددور کے اردوطنز ومزاح نگاروں کی فہرست میں ایک معتبر نام ہے۔ان کی پیدائش ۹ نومبر ۱۹۲۰ کوکلانورمشرقی پنجاب میں ہوئی۔انھوں نے ایم بی بی ایس پنجاب اوردیگرطب کی ڈگریاں برطانیہ سے حاصل کیں۔وہ زمانہ طالب علمی کے دوران کنگ ایڈورڈ کالج

کی ادبی میگزین کے مدیر رہے۔وہ پاکستان کی بری وبحری فوج میں میڈیکل کی خدمات سے منسلک رہے۔وہ بحری فوج کے طبی شعبہ سے ۱۹۷۹ میں ڈائریکٹر میڈیکل کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ان کو دسمبر ۱۹۸۰ میں اکادمی ادبیات پاکستان کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔۱۹ مارچ ۲۰۲۰ م یں دارفانی سے کوچ کر گئے۔وہ مزاح نگاری میں اپنا منفرد اسلوب رکھتے ہیں۔ان کی ادبی خدمات تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔انھوں نے افسانے اور سفرنامے تو لکھے ہی ساتھ ہی مترجم کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔لیکن ان کی ادبی شخصیت کو سب سے زیادہ شہرت مزاح نگاری سے حاصل ہوئی۔

شفیق الرحمن نے جس زمانے میں افسانہ نگاری کا آغاز کیا،وہ ترقی پسند تحریک کے عروج کا دور تھا۔اس ماحول نے ان کو ایک خاص نقطہ نظر سے سوچنے اور سمجھنے کا موقع فراہم کیا۔انھوں نے جس کو اپنے اسلوب اور تکنیک میں خوب برتا۔حالات کی تبدیلیوں سے اپنے افسانوں میں جدت اور دلکشی پیدا کی،جس سے ان کی تحریریں پسند کی جانے لگیں۔قارئین ان کی تحریروں کے دیوانے ہو گئے۔حجاب امتیاز علی نے ان کے افسانوی مجموعہ 'کرنیں' کے دیباچہ میں ان کے وصف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''شفیق الرحمن کے افسانوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بڑے ہردلعزیز ڈاکٹر بنیں گے۔اورخواتین

واطفال میں خصوصیت سے پسند کئے جائیں گے۔ جو ایک ڈاکٹر افسانے ایسے خوش گوار اور مفرح لکھ سکتا ہے، اس کے قلم سے کوئی نسخہ مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے اور ایسا ڈاکٹر اس زمانے میں کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔''[۱]

ڈاکٹر شفیق الرحمن کی خاصیت یہ تھی کہ وہ کسی بھی موضوع پر لکھنے سے پہلے بارہا سوچتے اور موضوع کی باریکیوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ انھوں نے ابتدائی دور میں بہت زیادہ لکھا۔ لیکن وقت کے ساتھ مزاج میں تبدیلی آتی گئیں۔ اس کے بعد جو کچھ لکھا اس میں انسانی زندگی کی حقیقی ترجمانی کا بھرپور عکس موجود ہے۔ محمد خالد اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''شفیق سہل نویس ہے، جیسا کہ اس کی نثر کی بے ساختہ روانی سے کئی ایک کو گماں ہوگا۔ اس نے آج تک کوئی چیز قلم برداشتہ یا ایک نشست میں نہیں لکھی۔ جب کسی چیز یا کہانی کے جراثیم اس کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں تو وہ اس پر اچھی طرح سوچتا ہے اپنے دوستوں سے مشوروں کی خاطر اس پر بحث کرتا ہے، اپنی کاپی بک کے بیسوں صفحے، کرداروں، اسکیچوں اور پلاٹ کے ارتقا کے مختلف ممکنات سے سیاہ کر ڈالتا

ہے۔کئی کئی ہفتے وہ ایک بھینس کی طرح ''آئیڈیا''
کی جگالی کرتا رہتا ہےاور جب تک اسے پورااطمینان
نہیں ہوجاتا ، وہ اصل کہانی لکھنا شروع نہیں
کرتا۔''۲؎

شفیق الرحمن نے اپنے افسانوں میں حیات وزیست کے حقائق کو بہت خوبصورت اور منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ان کے افسانوں میں انسان کے جذباتی اور رومانی پہلوؤں کی بہت خوبصورت عکاسی ملتی ہے۔ان کی تحریریں تو جگ بیتی ہیں مگر وہ آپ بیتی نظر آتی ہیں۔کیونکہ ان کی شخصیت کا عکس ان کی تحریروں میں جھلکتا ہے۔حجاب امتیاز علی ان کی تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے افسانوی مجموعے 'کرنیں' کے دیباچے میں لکھتی ہیں:

''ان کے ہر افسانے کے طرز اور انداز بیان سے ان
کی اپنی شخصیت کا انکشاف ہوتا ہے۔ان کے بیشتر
افسانوں کی دلآویزی صرف ان کی اپنی شخصیت کی
احسان مند ہے۔جو ان کے تمام افسانے پر اک بے
ساختگی کی طرح چھائی ہوتی ہے۔جو لوگ پچھلے چند
سالوں میں اردو کے ادبی رسائل کا مطالعہ کرتے
رہے ہیں۔وہ ان کے رومانی اور تفریحی رنگ سے

خوب واقف ہوں گے۔''۳؎

شفیق الرحمن کی تحریریں قنوطیت و یاسیت سے عاری نظر آتی ہیں۔ان کی تحرویروں میں زندگی کی رمق پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔انھوں نے اپنی تحریروں میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کی ترجمانی اور خوبصورت لمحات کوسمونے کی کوشش کی ہے۔ان کے افسانوں کا محبوب نفس مضمون محبت ہے۔جس کی وجہ سے وہ تعلیم یافتہ نوجوان طبقے میں بے حد مقبول ہو گئے۔رومان اور مزاح کی آمیزش نے ان کے افسانوں کو دوآتشہ کردیاہے۔احمد جمال پاشا لکھتے ہیں:

''شفیق الرحمن کے یہاں زندگی اپنی بھرپور توانائی کے ساتھ آتی ہے۔ان کے یہاں فکر جہاں بھی ہے اور غم جہاں ۔ چھوٹے اور بڑے مسائل کی نشاندہی بھی ہے اور زندگی کی ناہمواریوں پر خوشنما طنز بھی۔۔۔۔''۴؎

شفیق الرحمن کی تحریروں میں بلا کی کشش ہے۔جس نے ان کواردو کے مقبول ترین افسانہ نگاروں کی صف میں شامل کردیا۔ڈاکٹر وقار عظیم اس تعلق سے اپنی رائے پیش کرتے ہیں:

''شفیق الرحمن اردو کے ان افسانہ نگاروں میں سے ہیں،جنھیں ان کے ہلکے پھلکے رومانوں نے پڑھنے

والوں کے ایک خاص طبقہ میں ہر دلعزیز بنا دیا ہے اور
یہ ہر دلعزیزی انھوں نے اپنے زور بازو سے حاصل
کی ہے۔''۵؎

شفیق الرحمن کی افسانہ نگاری کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے بہت چھوٹی چھوٹی باتوں سے مزاح، شوخی اور شرارت کے امتزاج سے افسانے میں نیا رنگ پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں مزاح پیدا کرنے کے لئے لطیفوں کو ایک نئے انداز میں پیش کرنے کی خوب سعی کرتے ہیں:

''انہیں زبردستی جگایا، ارے میرے منھ سے نکل
گیا۔''تم عینک لگا کر سوتے ہو۔''
''کل عینک لگانا بھول گیا تھا، رات بھر خواب
دھندلے نظر آئے اور میں چاہتا ہوں کہ خواب صاف
دکھائی دیں۔''۶؎

شفیق الرحمن نے اپنے افسانوں میں فن اور روایات کا پورا خیال رکھا ہے۔ان کا ہر افسانہ ایک پختہ طرز فکر کا حامل نظر آتا ہے۔انھوں نے تحریروں میں تجربات، مشاہدات اور فکری کاوش کو بروئے کار لاتے ہوئے اظہار کے نئے وسیلے پیدا کئے ہیں۔ان کا انتخاب بھی بہت عمدہ ہے۔مزید تخیل کی رنگینی اور فکری بصیرت کی آمیزش نے ان کے افسانوں کو نیا افق عطا کیا ہے۔ان کے افسانوں کے بارے میں وقار عظیم لکھتے ہیں:

"شفیق الرحمن نے اپنے افسانوں کے لئے ایک نئی فضا بنائی ہے اور اس نئی فضا میں ہمیں جا بجا شفیق الرحمن کی رنگینی اور شوخی جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔رومان کی اس ہلکی پھلکی دنیا کی بھی ہمارے ذہن کو ضرورت ہے۔اس لئے ہم نہ شفیق الرحمن کو بھلا سکتے ہیں اور نہ ان کے افسانوں کو۔" ے

صفی الدین صدیقی نے بھی شفیق الرحمن کو ایک اچھا ادیب تسلیم کیا ہے۔انھوں نے ان کو اردو کے بہترین افسانہ نگاروں میں شامل کیا ہے۔ان کے افسانوں کو لاجواب اور اردو ادب کا قیمتی سرمایہ قرار یا ہے ۔ان کے نزدیک وہ اپنے مخصوص لب و لہجے اور طرز ادا کی بنا پر ہمیشہ یاد کئے جائیں گے:

"آخر میں ایک اور سچی بات مجھے شفیق الرحمن کے تعلق سے کہنی ہے جو گزشتہ پندرہ بیس سالوں سے برابر کہتا آرہا ہوں وہ اردو کے بیشتر افسانہ نگاروں کی طرح تھوڑی دیر کے لئے چمک کر غائب نہیں ہوا اس کے افسانوں میں ہمیشہ سے ہی توازن رہا ہے۔کرشن چندر کی طرح اس نے اعلیٰ سے اعلیٰ اور بد سے بدترین افسانے کبھی نہیں لکھے، یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی

نقاد نے اس طرف غیظ کی نظر نہیں ڈالی۔ میں تو یہاں
تک کہوں گا کہ دنیائے اردو میں اس سے زیادہ خوش
قسمت ترین ادیب کوئی نہیں۔'' ۸؎

شفیق الرحمن کے افسانوں میں محبت کا رنگ تو موجود ہے، لیکن ان کے مزاح میں بھی رومانس کا عنصر بہت زیادہ ہے اور اسی مزاحیہ انداز نے ان کو اردو ادب میں لازوال شناخت عطا کی ہے۔ مزاح کے حوالے سے پروفیسر قمر رئیس لکھتے ہیں:

''جہاں تک ان کی خالص ظرافت کا تعلق ہے۔ یہ
رائے بڑی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ ان کے
اس نوع کے افسانے نوعمر لڑکیوں اور لڑکوں میں بے
حد مقبول رہے لیکن اس سے ہٹ کر انھوں نے ایسے
مضامین بھی لکھے ہیں جن میں طنز و تضحیک کی چاشنی بھی
ہے۔ مثلاً ''ریویو'' میں انھوں نے اخباروں اور
رسالوں میں تبصرہ کرنے والے ریویو نگاروں کی قلعی
کھولی ہے۔ ''ہماری فلمیں'' میں انہوں نے کمرشیل
فارمولا فلموں کا ظریفانہ تجزیہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ
ڈاکٹر شفیق الرحمن نے چند شاہکار پیروڈیاں بھی لکھی
ہیں جیسے ''تزک نادری'' اور ''قصہ چہار درویش''۔ یہ

دونوں سدابہار تخلیقات ہیں۔''۹؎

شفیق الرحمن ادب کو خانوں میں قید کرنے کے قائل نہیں تھے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ انھوں نے ترقی پسند تحریک کے زیر اثر افسانے لکھے۔مگر انھوں نے ترقی پسند اصولوں پر باضابطہ عمل نہیں کیا۔شاید اسی لئے آپ کو جملہ ادبی مکتب فکر میں مقبولیت ملی۔انھوں نے اپنے افسانوں میں زندگی کی رمق کو پیش کیا،جس سے ہر تھکے ماندے انسان کو ذہنی سکون اور راحت ملتی تھی،ان کے افسانوں میں وہ مسائل اور معاملات ہوتے تھے، جس سے عام آدمی براہ راست جڑا ہوا تھا۔ڈاکٹر محمد حسن عسکری اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سارے نئے ادب میں بس لے دے کے ایک شفیق الرحمن صاحب ہیں جنھوں نے تفریحی ادب کی طرف توجہ کی ہے۔یہ شگفتگی یہ لاابالی پن، یہ مچلتی ہوئی جگمگاہٹ بس انہیں کا حصہ ہے۔''۱۰؎

شفیق الرحمن کی تحریروں میں لطیفوں کو اتنی خوبصورتی کے ساتھ برتا گیا ہے جس سے ان لطیفوں کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔انھوں نے اپنے اسلوب اور طرز بیان سے ان لطیفوں میں شگفتگی اور تازگی پیدا کردی ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

''اردو نثر کے جدید دور میں الفاظ اور لطائف وغیرہ

سے جن ادیبوں مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے
ان میں شفیق الرحمن اور شوکت تھانوی کے نام پیش
پیش ہیں۔شفیق الرحمن تو بالعموم محض لطائف سے
مزاح پیدا کرتے ہیں اور ان کے بعض مضامین تو
صرف لطائف سے ہی مرتب ہوتے ہیں۔ عام انشا
پردازی میں بھی ذو معنیٰ الفاظ اور رعایت لفظی سے
ان کے مزاح کی تخلیق ہوئی ہے۔''اا؎

شفیق الرحمن کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں قاری کی دلچسپی کے تمام سامان فراہم کرتے ہیں۔ان کا کمال یہ ہے کہ وہ الفاظ کے الٹ پھیر سے مزاح پیدا کرنے اور لطائف کی بھر مار میں فن کو مجروح نہیں ہونے دیتے ہیں، جس سے ایک صحت مند ادب پروان چڑھتا ہے۔ان کی مزاح کی بنیادی خصوصیات کے بارے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

''وہ واقعہ کا تار پود کچھ اس فطری انداز میں تیار کرتے
ہیں اور واقعہ کے نتائج اتنے غیر متوقع ہوتے ہیں کہ
ناظر کے لئے ہنسی ضبط کرنا محال ہو جاتا ہے۔ وہ مزاح
کے باقی تمام حربے بھی واقعہ کے ابھارنے اور پیش
کرنے میں صرف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ واقعہ نگاری

ہی ان کے مزاح کی بنیادی خصوصیت ہے۔''۱۲؎

شفیق الرحمن کا شمار اردو ادب کے بلند پایہ مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ان کی مزاحیہ تحریریں ادبی قارئین اور شائقین کو ہمیشہ فرحت و نشاط بخشتی رہیں گی۔ انھوں نے مزید پیروڈی نگاری میں بھی طبع آزمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشہور و معروف پیروڈیاں تخلیق کیں ہیں۔ان کا 'تزک نادری عرف سیاحت نامہ ہند' اہمیت کا حامل ہے اور بہت مقبول بھی ہے۔اس کے بارے میں پروفیسر قمر رئیس لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر شفیق الرحمن یوں تو مزاح نگار ہیں لیکن اس روزنامچہ میں طنز کے بے شمار پہلو، ان کی گہری سماجی بصیرت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔سلاطین سلف اپنی تزکوں میں نئے مفتوحہ ممالک میں پیش آنے والے تجربات اور عام یا ادنیٰ مشاہدات کو جس طرح اہمیت دے کر بیان کرتے تھے اور ہر جگہ اپنی سطوت و اقبال کے گن گاتے تھے پیروڈی نگار نے اپنی امتیازی اوصاف سے فائدہ اٹھایا ہے ساتھ ہی اس نے محمد شاہی عہد اور دور حاضر کے تضادات کو آمیز کے طنز و تضحیک کی دلچسپ صورتیں پیش کی ہیں۔ ''۱۳؎

شفیق الرحمن نے پیروڈی میں موضوع یا صنف کی پیروڈی کی ابتدا کی۔ آپ سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔ اسی جدت نے انہیں اردو کا مقبول اور اہم پیروڈی نگار بنا دیا ہے۔ جو اردو ادب میں ان کو ہمیشہ زندہ رکھے گی۔

شفیق الرحمن ایک بہترین ترجمہ نگار بھی تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے 'الحمرا' کی کہانیوں کا ترجمہ کیا تھا۔ ''انسانی تماشا'' ان کے فن ترجمہ نگاری کی بہترین مثال ہے۔ یہ ایک انگریزی ناول ''دی ہیومن کامیڈی'' کا ترجمہ ہے۔ ۱۹۵۶ء میں یہ ناول منظر عام پر آیا۔ ''انسانی تماشا'' ناول کا شمار بہترین ترجمہ شدہ ناولوں میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر شفیق الرحمن نے اپنی تحریروں میں حزن والم کی خوبصورت تصویریں پیش کی ہیں۔ ان کے افسانوں میں فرحت وانبساط کے ساتھ غم و الم بھی موجود ہے۔ انھوں نے ان تحریروں میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے۔ مزاحیہ تحریروں میں تو قاری قہقہے بکھیرتا ہے اور جب المیہ تحریریں آتی ہیں تو آنسوؤں کی بارش ہوتی ہے۔ شفیق الرحمن کا کمال یہ ہے کہ دونوں ہی انداز میں قاری متاثر ہو جاتا ہے۔ ان کے المیہ افسانوں میں ''فاسٹ بالر''، ''منزل''، '' کرنیں''، ''ثروت''، ''وسعت''، ''نسرین''، ''دو ستارے''، ''دوراہا''، ''شکست''، ''مدوجزر''، ''دعا''، ''وہ رات'' اور بڑی آپا'' بہت اہم ہیں۔ پروفیسر آفاق احمد لکھتے ہیں:

"شفیق الرحمن کے یہاں وہ گنے چنے مسائل نہیں ملتے
بلک ساری کائنات اور اس کی حقیقتیں اس کا موضوعِ
تحریر ہیں، جن میں خوشی اور غم دونوں کو، جو کہ انسانی
زندگی کے پہلو ہیں، اجاگر کرتا ہے اور ایک نئی عمدگی
کے ساتھ۔۔۔" ۱۴؎

ڈاکٹر شفیق الرحمن زبان و بیان کے لحاظ سے منفرد ادیب ہیں۔ ان کی حزنیہ والمیہ تحریریں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ان کو افسانہ نگاری کے فن پر قدرت حاصل تھی۔ اس لئے ان کی تحریریں چاہے حزنیہ ہوں یا مزاحیہ، دونوں میں فن بدرجہ اتم موجود ہے۔وہ اپنی کہانیوں میں ہر طرح سے موجود ہوتے ہیں، چاہے وہ ادیب کی صورت میں ہو یا اداکار کی شکل میں۔

ڈاکٹر شفیق الرحمن کی تحریروں میں زندگی مکمل طور پر موجود ہے۔جس میں زندگی کی تلخ حقیقتیں بھی ہیں اور مسکراہٹیں بھی۔اس میں محبت کے نغمے بھی ہیں اور بچھڑنے والوں کی آہ و بکا بھی۔انہیں کی وجہ سے ان کی تحریریں زندہ و جاوید ہیں۔ان کی تحریروں میں زندگی ایک امنگ، جوش اور ولولہ ہے۔وہ اپنے افسانوں میں زندگی کی ان حقیقتوں کو پیش کرکے ان سے مقابلے کی دعوت دیتے ہیں۔ان کی تحریروں کے بارے میں محمد نثار الحمید لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر شفیق الرحمن کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ

قاری کے ذہن پر شعوری طور پر اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ قاری ان کے پیغام کو شعوری طور پر نہیں سمجھ پاتا ہے لیکن لاشعوری انداز میں اس سے نہ صرف متاثر ہوتا ہے بلکہ اپنی زندگی کو بھی اس نہج پر چلانے کی کوشش کرتا ہے۔لہذا شفیق الرحمن کو محض لطیفہ گو یا تفریحی ادب کا علم بردار اور شوخ رنگوں کا خالق نہ سمجھنا چاہیے بلکہ قرین قیاس رائے یہ ہے کہ شفیق الرحمن اس تفریحی ادب، شوخ رنگوں اور لطائف سے زندگی کی بے رونقی کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ زندگی کی بے رنگ تصویر میں رنگینی پیدا کرنے کے خواہاں ہیں تا کہ وہ آسان اور دلچسپ بن جائے گو یا وہ ایک مستقل نظریہ حیات کے حامل ہیں، جس کی تشہیر وہ اپنی مزاح خیر ہلکی پھلکی نثر میں کر رہے ہیں۔" ۱۵؎

شفیق الرحمن کو اچھے افسانہ نگاروں کی صف میں شامل کرنے میں صرف مزاح اور رومانیت کا ہی عمل دخل ہے۔انھوں نے اپنے لئے ایک الگ راستہ منتخب کیا۔ان کے متعلق احمد جمال پاشا لکھتے ہیں:

"شفیق الرحمن اردو طنز و مزاح میں خالص ظرافت کے امام ہیں، کرنیں ،لہریں، پچھتاوے، مدوجزر،

شگوفے، حماقتیں، مزید حماقتیں وغیرہ ان کے رومانی اور مزاحیہ مضامین و افسانوں کے مجموعے ہیں''۔۱۶؎

ڈاکٹر شفیق الرحمن کے افسانوں کے بارے میں کرشن چندر لکھتے ہیں:

''شفیق الرحمن کے افسانے پڑھ کر شوخ رنگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، سرخا سرخ نارنجی، یا قوتی زعفرانی۔۔۔''۱۷؎

ڈاکٹر شفیق الرحمن کے بارے میں ڈاکٹر محمد حسن عسکری کی رائے بہت محترم ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''سارے نئے ادب میں بس لے دے کے ایک شفیق الرحمن صاحب ہیں، جنھوں نے تفریحی ادب کی طرف توجہ کی۔ یہ شگفتگی، لا ابالی پن، یہ مچلتی ہوئی جگمگاہٹ بس ان کا حصہ ہے''۱۸؎

شفیق الرحمن کی تحریریں نوجوانوں میں بہت مقبول رہیں اور ان کے دلوں کی دھڑکن بنی رہیں، نوجوان نسل کو ان کے افسانوں میں عشق و محبت کی داستانیں، رومانی احساسات اور تخیلات کے ساتھ ماورائے حقیقت کی باتیں بھی ملتی ہیں۔ وہ ان کے افسانے پڑھ کر اپنے تخیل کی رومانوی دنیا

کی سیر کرتے ہیں اور ایک انجانی خوشی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ان کا مزاحیہ انداز بالکل مختلف تھا۔اسی وجہ سے وہ نوجوان نسل میں کافی مقبول تھے۔ان کا کمال یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے موضوع کو اپنی صلاحیت کے بل پر نیم رومانی اور نیم فلسفیانہ بنا دیتے ہیں ۔ وہ ان تحریروں کو لطیفوں اور چٹکلوں سے سجا دیتے تھے۔ان کے اسی انداز نے ان کو نوجوانوں میں محبوب بنائے رکھا۔

شفیق الرحمن کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے کسی ادبی تحریک کا دامن نہیں تھاما، جبکہ اس وقت ترقی پسند تحریک کا بول بالا تھا اور تحریکوں سے وابستہ ہونا ہی کامیابی وسرفرازی کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ایسے وقت میں بھی انھوں نے اپنی راہ الگ بنائی اور اپنی تحریروں کے زینے سے ترقی کی منزلیں طے کرنا شروع کردیا اور سرخرو ہوتے چلے گئے۔ان کی مزاح نگاری کا کمال یہ ہے کہ پاکستان میں پطرس بخاری کے بعد سب سے اہم مزاح نگار تسلیم کئے جاتے ہیں۔ان کی تحریریں پڑھ کر بہت سے لوگ ادیب اور مزاح نگار بن گئے۔اوران ادیبوں کا بڑا پن یہ ہے کہ انھوں نے علی الاعلان اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے۔اس فہرست میں میرزا ادیب اور مشتاق یوسفی کا نام سرفہرست ہے۔ڈاکٹر شفیق الرحمن کے بارے میں ڈاکٹر محمد خالد اختر نے اس طرح خامہ فرسائی کی ہے:

’’یہ میرا دوست شفیق الرحمن ہے!

اس کے چہرے پر علم اور محبت کی جوت ہے۔اس کی متنوع رنگا رنگ کی معلومات۔ اس کا بات کرنے کا شگفتہ اور دلچسپ انداز، اس کی انسانیت۔۔۔ یہ سب صفات اسے ایک بڑا پر لطف ساتھی اور دوست بناتی ہیں۔ ڈرائنگ روم میں یا باہر کھلی سڑک پر اس کی باتیں ایک ساسحر دالتی ہیں اور مردہ ترین دل میں بہار لے آتی ہیں۔ اکثر ادبی مزاج کے لوگوں کو سفید بالوں اور ایک اعصابی بے سکونی کی شکل عملی زندگی میں داخل ہونے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ اسے یہ قیمت ادا نہیں کرنا پڑی۔ کیونکہ ادب کے فن کے ساتھ زندہ رہنے کے فن سے غفلت نہیں برتی۔ لکھنا اس کے لئے خون اور پسینہ بہانا نہیں بلکہ زندہ رہنے کی مانند ایک دلچسپ اور پر لطف شغل ہے۔"۱۹؎

حواشی

۱۔ کرنیں، شفیق الرحمن، لاہور، ص ۱۰

۲۔ نقوش، لاہور، شخصیات نمبر، ص ۴۵۴

۳۔ کرنیں، شفیق الرحمن، ڈاکٹر، ص ۷

۴۔ اردو میں طنز و مزاح آزادی کے بعد، احمد جمال پاشا، ص ۴۶،

آج کل دہلی، اگست، ۱۹۸۸

۵۔ نیا افسانہ، وقار عظیم، ص ۱۹۱

۶۔ شگوفے، ڈاکٹر شفیق الرحمن، ص ۲۱۳

۷۔ نیا افسانہ، وقار عظیم، ص ۱۹۱

۸۔ شاہراہ، دہلی، ستمبر، ۱۹۵۸، ص ۱۰

۹۔ اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت، پروفیسر قمر رئیس، ص ۴۱۔۴۲

۱۰۔ مزید حماقتیں، ڈاکٹر محمد حسن عسکری، سرورق، (کور پیج)

۱۱۔ اردو ادب میں طنز و مزاح، ڈاکٹر وزیر آغا، ص ۲۳۳

۱۲۔ اردو ادب میں طنز و مزاح، ڈاکٹر وزیر آغا، ص ۲۳

۱۳۔ تلاش و توازن، ڈاکٹر قمر رئیس، ص ۱۶۴

۱۴۔ ڈاکٹر شفیق الرحمن بحیثیت حزن نگار، پروفیسر آفاق احمد، ص ۱۳، گورمنٹ حمیدیہ کالج میگزین، بھوپال

۱۵۔ شفیق الرحمن کا نظریہ حیات، از محمد نثار الحمید، روشنی، ادبی مجلہ، گورمنٹ کالج لائل پور، ص ۱۸۱

۱۶۔ اردو ادب میں طنز و مزاح آزادی کے بعد، احمد جمال پاشا، ص ۴۶

۱۷۔ مزید حماقتیں، ڈاکٹر شفیق الرحمن، کور پیج۔

۱۸۔مزید حماقتیں،ڈاکٹر شفیق الرحمن،کورپیج۔

۱۹۔نقوش (شخصیات نمبر)، محمد خالد اختر،شمارہ نمبر ۴۸،۴۷، جنوری ۱۹۵۵،مدیر محمد طفیل،اداری فروغ اردو، لاہور،ص ۴۴۸

* * * * * * * *